ادب الاسلام

(اعمال واحوال کے ثمرات)

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	خلاصہ آیت	۷
۲	اقامت صلوٰۃ کا مفہوم	۸
۳	ہماری نماز کی مثال	۸
۴	نماز کی کوتاہیاں	۹
۵	قومہ اور اُس کا وجوب	۱۰
۶	ہماری نماز کی دوسری مثال	۱۱
۷	نماز کی روح	۱۱
۸	صورت عمل کی قدر ومنزلت	۱۲

۹	حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ	۱۳
۱۰	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت جسمانی	۱۵
۱۱	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعدد ازواج میں حکمت	۱۵
۱۲	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ملکۃ العرب سے نکاح کا سبب	۱۶
۱۳	قرآن شریف کی دلربائی	۱۶
۱۴	خاندانی اور غیر خاندانی میں فرق	۱۹
۱۵	آج کل دین کی گرانی کا سبب	۲۰
۱۶	دین سے ناواقفی کا نقصان	۲۱
۱۷	جدید تعلیم کا نقصان	۲۲
۱۸	داعیان الی الشر	۲۳
۱۹	سب سے پہلے دین سکھاؤ	۲۴
۲۰	دین سے بے خبری کا حال	۲۵
۲۱	احکام شریعت پر عمل پیرا ہونا کیوں مشکل ہے	۲۶

۲۲	دنیاداروں کا دینداروں سے برتاؤ کی مثال	۲۷
۲۳	ایک دیندار ڈپٹی کی حکایت	۲۸
۲۴	ثواب کی کثرت	۲۹
۲۵	صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل کی بڑائی	۲۹
۲۶	نماز کے اہتمام کی ضرورت	۳۰
۲۷	ارکان نماز کو سیکھنے اور درست کرنے کی ضرورت واہمیت	۳۲
۲۸	ترکِ نماز پر سختی کرو	۳۲
۲۹	تارک نماز کے لئے وعید	۳۳
۳۰	عورتوں میں شرک کا اثر	۳۴
۳۱	مسلمانوں میں ہندوانہ معاشرت	۳۶
۳۲	کمال دینداری	۳۸
۳۳	اعتراض کا جواب	۳۸
۳۴	خواجہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا ادب	۳۹

۳۵	شریعت کے بارے میں ہمارا طرز عمل	۴۰
۳۶	مسئلہ تشبہ کا اثبات	۴۲
۳۷	ادب کا تقاضا	۴۳
۳۸	خلاصۂ وعظ	۴۴

وعظ

ادب الاسلام

(اعمال واحوال کے ثمرات)

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے وعظ ''ادب الاسلام'' قصبہ شاہ پور کی جامع مسجد میں ۲۵/صفر ۱۳۳۵ھ بعد نماز جمعہ تقریباً سوا گھنٹے تک بیٹھ کر ارشاد فرمایا۔

ارکانِ نماز کی ادائیگی میں اہتمام کی ضرورت کو بیان کرتے ہوئے نماز میں کی جانے والی کوتاہیوں کو تفصیل سے بیان کیا اور تشبہ بالکفار کے مفاسد پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ عبادات اسلامی کی تحریض اور تشبہ بالکفار کی تردید پر یہ وعظ ہے۔

سامعین کی تعداد تقریباً ۱۰۰ تھی۔

مولانا محمد مصطفیٰ صاحب میرٹھی نے اس وعظ کو قلم بند فرمایا۔

خلیل احمد تھانوی

۱۱/مئی ۲۰۱۱ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

خطبۂ ماثورہ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ ونستغفرہٗ و نؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد انّ سیدنا ومولانا محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ و بارک وسلم **اما بعد:**

فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

﴿ وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ﴾(۱)

خلاصہ آیت

یہ ایک آیت کا ٹکڑا ہے اس میں اللہ جل شانہ وعم نوالہ نے ایک بات کا حکم کیا ہے اور ایک بات سے منع کیا ہے میں یہ بیان کرتا ہوں کہ کس بات سے منع کیا ہے اور کس بات کا حکم کیا ہے اور دونوں باتوں میں تعلق کیا ہے اس سے ایک بڑی بات نکلے گی کہ وہ ایک دستور العمل ہوگا اور تمام اعمال میں اس کا خیال نہایت نافع ہوگا۔ یہ حاصل ہے میرے اس وقت کے تمام بیان کا۔

ترجمہ ''نماز کو قائم کرو اور مشرکین میں سے مت ہو'' قائم کرنے کے معنی ہیں درست کرنا اور سیدھے سیدھے پڑھنا اور پابندی کے ساتھ پڑھنا اس کے لئے دوسرا لفظ یہ ہے کہ نماز کے حقوق پورے پورے ادا کرو اور ظاہر ہے کہ کسی چیز کی درستی اسی وقت ہوتی ہے جبکہ اس کے تمام اجزاء ٹھیک ہوں اور جو نسبت

(۱) ''نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ ہو'' سورۂ روم: ۳۱۔

باہم ان اجزاء میں ہو وہ بھی قائم رہے اور اگر ایسا نہ کیا جاوے تو اس کو درست کرنا نہیں کہتے مثلاً کوئی کھانا پکائے تو کھانا اچھا جب ہی کہا جائے گا کہ جب سارے اجزاء اس کے ڈالے گئے ہوں اور اُن اجزاء کی باہمی نسبت بھی ٹھیک ہو حتی کہ اگر نمک بھی زیادہ کر دیا گیا تو یہ نہیں کہا جاوے گا کہ کھانا ٹھیک پکایا۔

اقامت صلوٰۃ کا مفہوم

اسی طرح اس حکم کی تعمیل کہ نماز کو درست کرو جب ہی ہوگی جبکہ اس کے پورے حقوق ادا کئے جائیں اس وقت کہا جائے گا کہ نماز کو درست کیا۔ درست کرنے کا ترجمہ عربی میں ''اقامت'' ہے اور اگر ایسا نہ کیا اُس کے اجزاء پورے ادا نہ کئے یا اُن اجزاء کے تناسب کو قائم نہ رکھا تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ نماز کو درست کیا بلکہ یہ کہیں گے کہ نماز کو بگاڑا اور خراب کیا تو: ﴿وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ﴾ کے یہ معنی ہوئے کہ نماز پڑھو اور اس طرح پڑھو کہ پورے حقوق ادا ہوں نہ کہ ایسی نماز کہ فقط نام نماز کا لگ جاوے اس کو نماز نہ کہا جائے گا۔

ہماری نماز کی مثال

دیکھو موٹی سی بات ہے کہ ایک حاکم یا آپ کا ایک دوست کہے کہ ایک نوکر ہم کو لادو اور آپ اُس کے اِس حکم کی تعمیل یہ کریں کہ چارپائی پر ڈال کر ایک آدمی لُنجا اپاہج (۱) بیمار جو کسی کام کا نہ ہو فقط جان اس میں ہو لے جا کر پیش کریں اور وہ پوچھے کہ یہ کیا ہے؟ آپ جواب دیں کہ آپ کے حکم کی تعمیل کی ہے آدمی لایا ہوں، تو اس پر وہ حاکم کیا برتاؤ کرے گا یا وہ دوست آپ کا اس فرمائش کی تعمیل سے خوش ہوگا؟ اور کیا جب وہ کہے کہ یہ کیسا آدمی لائے ہو تو یہ جواب معقول ہوگا کہ آپ

(۱) ایک ایسا آدمی پیش کریں جس کے ہاتھ پیر ہی سلامت نہ ہوں۔

نے آدمی مانگا تھا۔ آدمی آدم کی اولاد کو کہتے ہیں یہ اولادِ آدم ہے اور جاندار ہے کون کہہ سکتا ہے کہ یہ آدمی نہیں ہے آپ کے حکم کی تعمیل پوری کر دی گئی، وہ اس کے جواب میں کہے کہ تم اس کو آدمی کہہ لو ہم نے نام کا آدمی نہیں مانگا تھا کام کا آدمی مانگا تھا ہم کو تو اس سے خدمت لینی تھی اور یہ الٹا خود خدمت کا محتاج ہے۔ یہ بات اس کی ٹھیک ہے یا وہ ضابطہ کا جواب کہ آپ نے آدمی مانگا تھا آدمی لا دیا بالکل ظاہر ہے کہ ٹھیک بات اُسی کی ہے۔

پس ثابت ہوا کہ جس چیز کی فرمائش ہو اس میں ایک نام کا درجہ ہوتا ہے اور ایک کام کا، نام کا درجہ کوئی منظور نہیں کرتا ہر شخص کی غرض یہی ہوتی ہے کہ کام کی چیز ملے، دیکھئے پنساری سے آپ بادام مانگیں اور وہ نام کے بادام دے دے یعنی ایسے بادام دے جن کے اندر مغز نہ ہو (۱) تو آپ واپس کریں گے یا نہیں اگر وہ آپ کو کہے کہ بادام مانگے تھے میں نے بادام دے دیئے تو آپ یہی کہیں گے کہ اصلی مقصود تو کام ہے اور وہ مغز سے نکلتا ہے نام کے بادام کس کام آویں گے۔

اے صاحبو! ذرا ہم کو شرم کرنی چاہیئے کہ اپنے معاملات میں تو درجہ کام کا چاہتے ہیں اور خدا کے معاملات میں نام کے درجہ کو کافی سمجھتے ہیں اور اس پر اطمینان کر لیتے ہیں کہ ہم نے خدا کے حکم کی تعمیل کر دی اور اس پر ثواب اور جزا کی امید لگائے بیٹھے ہیں۔

نماز کی کوتاہیاں

نماز ایسی پڑھتے ہیں کہ نہ طہارت کی خبر نہ کپڑے کی خبر بعض لوگ ایسا چھوٹا کپڑا باندھتے ہیں کہ رکوع اور سجدہ میں ستر کھل جاتا ہے۔ اگر چوتھائی گھٹنا بھی کھل گیا تو نماز نہیں ہوئی مگر اس کی کچھ پرواہ نہیں نہ سجدہ ٹھیک نہ رکوع نہ دو سجدوں میں فصل، بعض لوگ سجدہ میں سے اتنا سر نہیں اٹھاتے جو فاصل بین السجدتین ہو جائے

(۱) گری نہ ہو۔

کتابوں میں لکھا ہے ایسے دونوں سجدے ایک ہی سجدہ کے حکم میں ہیں (۱) تو اس صورت میں ایک سجدہ ہوا جب دوسرا سجدہ ہی نہیں ہوا تو نماز کیسی، ایک سجدہ کر لینے کے بعد چاہیئے کہ سیدھا بیٹھ جائے اور سب اعضاء ٹھہر جائیں تب دوسرا سجدہ کرے اگر اتنا وقفہ بھی نہ ہو تو اتنا ضرور ہے کہ اتنا سر اٹھایا جائے کہ اقرب القعود ہو جائے (۲) گو ایسی نماز مکروہ ہوگی، اور ایک اور نئی ایجاد ہوئی ہے نماز میں کہ بہت لوگوں نے عادت کر لی ہے کہ قومہ بالکل ہی ندارد کر دیتے ہیں۔

قومہ اور اُس کا وجوب

قومہ کہتے ہیں رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونے کو یہ نماز میں واجب ہے بلا اس کے نماز نہیں ہوتی اور یہ مسئلہ سب نماز پڑھنے والوں کو معلوم ہے۔ گو بعض کو اس کا وجوب نہ معلوم ہو تب بھی یہ تو ضرور معلوم ہے کہ رکوع کے بعد ''سمع اللّٰہ لمن حمدہ'' (جس نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اللہ تعالیٰ نے اسے سن لیا) یا ''ربنا لك الحمد'' (اے ہمارے پروردگار حمد وثنا صرف آپ کے لئے ہے) کہا جاتا ہے معلوم نہیں جن لوگوں نے قومہ اڑا دیا ہے یہ دونوں لفظ وہ کس وقت کہتے ہوں گے شاید رکوع میں کہتے ہیں مگر رکوع بھی ان کا لمبا نہیں دیکھا جاتا بس سوائے اس کے کیا کہا جاوے کہ نماز کا ایک جزو اڑا ہی دیا یہ تو خدا کی بتائی ہوئی نماز میں ترمیم ہے جب نماز پڑھتے ہی ہو تو اس سے کیا فائدہ کہ پڑھی پڑھائی کو غارت کرو اگر اعلیٰ درجہ کی نہیں ہوسکتی تو ادنیٰ درجہ کی تو ہو جائے اس کے اجزاء ضرور یہ تو ادا ہو جائیں جس سے کسی درجہ میں تو کہا جاسکے کہ نماز ہے نماز کی صورت تو درست ہو جائے حقیقت نہ سہی مگر ہم نے تو صورت کی بھی یہ گت بنائی ہے (۳) روح تو الگ رہی

(۱) دونوں سجدوں کے درمیان فاصلہ کرے اگر تھوڑا سا سر اٹھایا پھر دوسرے سجدے میں چلے گئے تو ایسے دو سجدے ایک ہی شمار ہوتے ہیں (۲) بیٹھنے کے قریب ہو (۳) صورت کی بھی یہ حالت۔

ہماری اس نماز کی مثال تو وہ بھی صحیح نہیں رہی جو ابھی میں نے بیان کی تھی کہ پنساری کے یہاں جائیں اور بادام مانگیں اور وہ نرے چھلکے مغز سے خالی دے دے یا کوئی آدمی منگائے اور ایک اپاہج بیمار کو اس کے سامنے پیش کردیں۔

ہماری نماز کی دوسری مثال

اب یہ مثالیں بھی ہماری نماز کی نہ رہیں بلکہ ہماری اس نماز کی مثال اب تو یہ ہوگئی کہ کسی سے بادام مانگیں اور وہ بجائے بادام کے کوئلے ہاتھ میں رکھ دے یا آدمی مانگا جائے اور وہ مرگھٹ (۱) میں سے ایک مردہ لاکر پیش کردے، صاحبو یہ کیا بے ہودگی ہے کیا ایسی نماز سے ہمارا پیچھا چھوٹ سکتا ہے ذرا تو ہم کو خیال کرنا چاہیئے یہ کیا غضب ہے کہ اپنی فرمائش پر تو نام کی چیز ملنے سے بھی ناراض اور خدا تعالیٰ کی فرمائش پر نام کی چیز بھی نہیں مہیا کی جاتی حالانکہ حق تو یہ تھا کہ حق تعالیٰ کی فرمائش پر وہ چیز پیش کی جاتی جو کام کی بلکہ اعلیٰ سے اعلیٰ ہوتی اگر یہ بھی نہ ہوتو علی سبیل التنزل کہا جاتا ہے کہ ایسی چیز تو ہوتی جو اپنی فرمائش پر پیش کی جاسکے (۲) کام کی چیز تو وہ ہوتی ہے جس میں روح ہو نماز کی روح کیا چیز ہے۔

نماز کی روح

اس کا بیان آیت میں اس طرح ہے: ﴿ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴾(۳) یعنی نماز کو درست کرو میری یاد کے واسطے خدا تعالیٰ کا تصور قلب میں ہو اور اس کو یاد رکھنا نماز کی روح ہے اس سے تو ہم کوسوں دور ہیں کام کی نماز تو یہی ہے جس میں حق تعالیٰ ہی کی طرف دھیان ہوتا یہ اگر میسر نہیں تو کاش نام ہی کی نماز ہوتی رحمت خدا سے کیا بعید ہے کہ اسی وقت قبول کرلیتی مگر جبکہ اس کے اجزاءِ ضروریہ ہی ندارد

(۱) جہاں ہندو مردوں کو جلاتے ہیں (۲) ادنی درجہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ کم از کم ایسی چیز جو ہوتو پیش کی جاسکے
(۳) سورۂ طٰہٰ:۱۴۔

ہیں تو اس پر تو نماز کا نام بھی نہیں لگ سکتا(۱)۔

صورتِ عمل کی قدر و منزلت

صاحبو عمل کی صورت تو درست کرلو بڑوں کے یہاں کبھی محض صورت بھی قبول ہوجاتی ہے بلکہ بعض اوقات حقیقت سے زیادہ صورت کی قدر کی جاتی ہے جیسے مٹی کے خربوزے ککڑی بنا کر رئیسوں کے یہاں لے جاتے ہیں تو اس پر انعام ملتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ نقل تو ہو انعام اسی بات کا ملتا ہے کہ اس نے ہو بہو نقل اتاردی۔ یہاں تو نقل بھی نہیں نماز کی صرف شکل بھی اگر بنائی جائے تو امید ہے کہ اس زمانہ میں قبول ہوجائے اس کا ثبوت حدیث میں ہے کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے کہ ''تمہارا وہ زمانہ ہے کہ اگر کوئی دسواں حصہ مامور بہ (۲) میں کمی کرے تو ہلاک ہوجاوے قبول نہیں اور ایک زمانہ وہ آئے گا کہ اگر کوئی دسواں حصہ عمل کا بھی کرلے گا یعنی کیفاً (۳) تو نجات پاجاوے گا'' تو ہم لوگوں کے واسطے تو بہت ہی آسان ہے مگر شاباش ہماری غفلت کو کہ ہم سے آسان کام بھی نہیں ہوسکتا ہم کو تو اس انعام کی بہت قدر کرنی چاہیئے اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ زمانہ وہ ہوگا کہ اس میں اعمال کے حقوق کی رعایت میں کمی ہوجائے گی اور یہی راز ہے معمولی عمل کے کافی ہوجانے کا کیونکہ جب کسی شے کی کمی ہوجاتی ہے تو تھوڑی چیز بھی غنیمت سمجھی جاتی ہے ہم لوگ تو اس قدر آسانی میں ہیں کہ ذرا سی توجہ سے اور ہاتھ پیر ہلانے سے بڑے بڑوں کے برابر حصہ پاسکتے ہیں ہمارے واسطے مشقت تو رہی ہی نہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسی مشقتیں اٹھائی ہیں کہ ہمارا کیا حوصلہ ہے مگر اللہ اکبر اُن کا استقلال کہ جب جس نے بھی عمل کیا تو عزیمت کے اوپر کیا رخصت پر بھی عمل نہ کیا بدون کسی عذر یا مصلحت کے۔

---

(۱) جب اس کے اجزاء ضروریہ یعنی فرض و واجب میں ہی کوتاہی ہے تو اس کو نماز نہیں کہہ سکتے (۲) جن کاموں کا حکم دیا گیا ہے اس میں دسواں حصہ کم کردے (۳) کیفیت کے اعتبار سے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں۔ انہوں نے اسلام کا چرچا سنا تو اپنے گاؤں سے اپنے بھائی کو مکہ مکرمہ بھیجا تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کی تفتیش کریں تا کہ حق کی تحقیق ہو جائے۔ انہوں نے واپس جا کر کچھ حالات بیان کئے مگر اِن سے اُن کو تسلی نہ ہوئی بالآخر خود مکہ مکرمہ آئے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مل نہ سکے کیونکہ اس وقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنا بہت مشکل تھا بچہ بچہ اسلام کا اور مسلمانوں کا دشمن تھا یہ پردیسی آدمی کوئی اُن کا ٹھکانا بھی مکہ مکرمہ میں نہ تھا جہاں ٹھہرتے اور کھانے پینے کا آرام ہوتا مگر زمزم شریف عجیب دولت ہے انہوں نے ایک مہینے تک اسی پر گذارا کیا جب بھوک لگتی تو اسی کو پی لیتے جب پیاس لگتی تو اسی کو پی لیتے، ایک روایت میں ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ ایسے موٹے ہو گئے کہ پیٹ میں بٹ پڑ گئے، مدت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تم یہاں کیسے ٹھہرے ہو؟ انہوں نے اپنا سارا قصہ اُن سے کہہ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ چلو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک تمہیں پہنچا دوں مگر زمانہ خوف کا ہے اس طرح چلو کہ کوئی یہ نہ پہچانے کہ تم میرے ساتھ چل رہے ہو میں آگے آگے تھوڑے فاصلے پر چلوں گا اور تم میرے پیچھے پیچھے آنا اور اس پر بھی اگر کوئی شخص مل گیا تو میں پیشاب کرنے کے بہانے سے راستہ کے کنارے بیٹھ جاؤں گا تم گزرتے چلے جانا کسی طرح یہ ثابت نہ ہو کہ تم میرے ساتھ ہو ورنہ تمہارے واسطے بھی بُرا ہو گا اور میرے واسطے بھی، یہ وہ وقت تھا کہ مسلمان کے ساتھ ہونا بھی جرم تھا۔ دیکھئے کس قدر خطرناک وقت تھا کہ مسلمان کے ساتھ ہونا بھی جرم تھا مگر دل کی لگی اس کو کہتے ہیں کہ اسی ترکیب سے سیدھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور اول ہی جلسہ میں مسلمان ہو گئے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تم اپنے گاؤں کو چلے جاؤ ہمیں امید ہے کہ ہجرت کی اجازت ہوجاوے گی۔ تب وہاں آجانا اور اپنے اسلام کو یہاں ظاہر نہ کرنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضرت کفر کو تو ہمیشہ ظاہر کیا اسلام کو کیا چھپاؤں گا۔ یہاں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ مخالفتِ امر نہیں ہے کیونکہ اظہار سے نہی شفقۃً تھی اس خیال سے کہ مبادا کوئی مخالف ایذاء پہنچاوے اس صورت میں تعمیل امر نہ کرنا مخالفت نہیں ہے بلکہ عمل علی العزیمت ہے (اور اسی لئے یہ قصہ بیان کیا گیا ہے) غرض انہوں نے گوارا نہ کیا کہ اخفاءِ اسلام کریں اور اظہار کے لئے بھی یہ غضب کیا کہ وہ صورت اختیار کی جس میں جان کا خطرہ تھا۔ مسجد حرام میں پہنچے وہیں کفار کی بیٹھک تھی جس کا نام ''دارالندوہ'' تھا۔ جواب حرم شریف کا جزو ہے وہاں سب کفار جمع تھے آپ نے کیا کیا کہ اپنے ایمان کی اذان دے دی۔ اذان بالمعنی المصطلح نہیں بلکہ بمعنی اعلان ایمان کے ہے (۱) یعنی سب کے سامنے کھڑے ہوکر علی الاعلان کلمہ شہادت پڑھا پھر کیا تھا کفار تو مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے سب لپٹ پڑے اور بہت مارا ۔

بجرم عشق تو ام میکشند وغوغائیست ۔۔۔ تو نیز برسر بام آکہ خوش تماشائیست (۲)

اور اس سے کچھ تعجب نہ کیجئے کہ ایک شخص دین کے واسطے اتنی ہمت کرے کیونکہ ایک مخلوق کی محبت میں دیکھا ہوگا کہ کیا کیا ہوجاتا ہے۔ ایک بازاری عورت کے پیچھے لوگوں کی بعض دفعہ کیا کیا گتیں بنتی ہیں (۳) اس مار کی قدر وہی شخص جان سکتا ہے جس کو عشق کا مزہ آچکا ہو۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے نہ غل مچایا نہ کچھ اُن کی خوشامد درآمد کی بلکہ چپ چاپ

---

(۱) اذان سے نماز کی اذان مراد نہیں ہے بلکہ اعلان کردیا یہ مراد ہے (۲) ''تیرے عشق کے جرم میں مجھے کھینچے لئے جاتے ہیں اور بھیڑ لگی ہوئی ہے تو بھی تو کوٹھے پر آکر دیکھ لے کہ کتنا اچھا تماشا ہورہا ہے'' (۳) کیا کیا حالتیں ہوجاتی ہیں۔

کھڑے پٹتے رہے، عجب نہ تھا کہ کفار مار ہی ڈالتے مگر قدرت خدا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ آگئے یہ بڑے رحمدل تھے اور بڑے قوی تھے اُن کی آواز بہت رعب دار تھی اور کیوں نہ ہو ہاشمی تھے خاندان بنی ہاشم تھا ہی بہت قوی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ جسمانی

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تیس آدمیوں کی قوت تھی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پہلوان کو بچھاڑا تھا اُن کا نام رکانہ تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے اور کہا تھا کہ اگر آپ مجھے بچھاڑ دیں (۱) تو میں مسلمان ہو جاؤں، آپ نے اُن کو پچھاڑ دیا انہوں نے کہا کہ یہ اتفاقی بات تھی کہ میں پچھڑ گیا اب کے پچھاڑے تو جانوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ان کو اٹھا کر پھینک دیا یہ صاف ثبوت ہے اس بات کا کہ حضور میں قوت بدنی بھی بہت تھی۔ غرض یہ بات ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تیس آدمیوں کی قوت تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعدد ازواج میں حکمت

یہاں سے ملحدوں کے تعدد ازواج پر اعتراض کا جواب بھی نکلتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تیس آدمیوں کے برابر قوت تھی اور ایک آدمی کو ایک بیوی رکھنے کی اجازت تمام دنیا دیتی ہے تو اس حساب سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تیس بیویاں رکھنے کی گنجائش تھی تیس کی جگہ اگر نو ہی رکھی تو اس تعدد ازواج پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت کمی کی حساب سے ایک تہائی سے بھی کم پر بس کیا، ذرا انصاف سے کام لینا چاہیئے اور یوں کوئی بک بک کرتا پھرے تو اس کا کیا علاج اور یہ تعدد ازواج بھی بطور نفس پروری نہ تھا کیونکہ اس کے خلاف پر بہت سے قرائن ہیں۔

(۱) شکست دیدیں۔

رسول اکرم ﷺ کا ملکۃ العرب (۱) سے نکاح کا سبب

دیکھئے سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سب بیواؤں سے عقد کیا اور سب سے اول جو شادی کی اس وقت حضور ﷺ کی عمر پچیس برس کی تھی یہ وقت عین شباب کا تھا اس وقت میں تو کنواری سے نکاح کرنا چاہیئے تھا مگر حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اُن کی عمر اس وقت چالیس برس کی تھی اور بیوہ تھیں، دیکھئے یہ نفس پروری ہے یا نفس کشی (۲) اور جب تک وہ زندہ رہیں اُن کے سامنے اور کوئی نکاح نہیں کیا۔ یہاں سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ حضور ﷺ نے بیوہ عورتوں سے اس واسطے عقد کئے کہ کنواری ملتی کہاں۔

شبہ اس طرح رفع ہوا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ملکۃ العرب کہلاتی تھیں انہوں نے خود اپنی خواہش سے حضور ﷺ سے نکاح کیا تھا۔ جب حضور ﷺ کی وقعت لوگوں کے دلوں میں یہ تھی کہ ملکۃ العرب نے خود خواہش کی تو غریب غرباء کنواریوں کا ملنا کیا مشکل تھا۔

قرآن شریف کی دلربائی

نیز دوسری دلیل اس بے ہودہ بکواس کی تردید کی کہ کنواری لڑکیاں مل کہاں سکتی تھیں۔ سورۂ حٰمٓ سجدہ کے پڑھ کر سنانے کا واقعہ ہے وہ اس طرح ہے کہ کفار نے ایک دفعہ اکٹھے ہوکر مشورہ کیا ان میں ابوجہل بھی تھا کہ یہ شخص جو دعوی نبوت کرتے ہیں اس کے فرو (۳) کرنے کے واسطے بجائے مخالفت کے تدبیر سے کام لیا جائے تو بہتر ہے وہ یہ ہے کہ ان سے پوچھنا چاہیئے کہ یہ دعویٰ کس غرض سے کرتے ہیں۔ اگر وہ غرض بلا اسی دعوے کے پوری کردی جاوے تو غالبًا یہ دعوی آپ ہی چھوڑ دیں گے اس طرح بہت سہولت کے ساتھ ہم کو کامیابی ہوجائے گی۔ چنانچہ

(۱) عرب کی ملکہ (۲) یہ نفس کو پالنا ہے یا نفس کو مارنا (۳) ختم کرنے کے واسطے۔

ان میں سے ایک شخص نے جو بہت فصیح اور بلیغ تھا اس کام کا بیڑا اٹھایا اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ آپ یہ بتلا دیجئے کہ آپ کو اس دعوے سے کیا مقصود ہے؟ اگر حسین لڑکیوں کی خواہش ہے تو وہ جتنی آپ کہیں ہم پہنچادی جاویں اور اگر مال مقصود ہے تو جتنا آپ کہیں ہم مال جمع کر دیں اور اگر عمارت اور سرداری منظور ہے تو ہم سب آج سے آپ کو اپنا سردار مان لیتے ہیں۔ حضور ﷺ اس کی باتوں کو خاموشی کے ساتھ سنتے رہے۔ حضور ﷺ کی عادت تھی کہ جواب میں جلدی نہ کرتے تھے اول پوری بات سن لیتے تھے تب جواب دیتے تھے۔ جب وہ جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا تو حضور ﷺ نے اس سے فرمایا کہہ چکے، اب جواب سنو اور سورۂ حٰمٓ سجدہ کی شروع کی آیتیں تلاوت کیں: ﴿حٰمٓ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ آگے تک جب حضور ﷺ اس آیت پر پہنچے: ﴿فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ﴾ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نہیں مانو گے تو میں ڈراتا ہوں کہ اس عذاب سے جو عاد اور ثمود پر آیا تھا۔ اس آیت کو سن کر وہ کہتا ہے خدا کے لئے بس کیجئے اور وہاں سے بھاگا اور نہایت بدحواسی کے ساتھ اسی مجمع میں پہنچا ابوجہل وہاں موجود تھا ہی اُس نے دور سے اس کو دیکھ کر کہا کہ یہ گیا تھا اور چہرہ لے کر اور آرہا ہے اور چہرہ لے کر، ابوجہل فراست اور دانائی اور عقلمندی میں مشہور تھا وہ بشرہ (۱) سے یہ سمجھ گیا کہ اس پر بھی کچھ اثر ہوگیا کیونکہ قرآن شریف کی دلربائی کفار بھی جانتے تھے حتی کہ یہ تجویز ہوا کرتی تھی کہ جس وقت حضور ﷺ قرآن شریف پڑھا کریں اس وقت گڑبڑ کیا کرو اور غل مچایا کرو تا کہ کوئی سننے نہ پاوے کیونکہ سننے کے بعد ممکن نہیں کہ قرآن کی طرف کشش نہ ہو اس کا ذکر اس آیت میں ہے: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ

(۱) چہرے سے سمجھ گیا۔

تَغْلِبُوْنَ ﴾(۱) اور یہاں سے خدا کی قدرت بھی نظر آتی ہے کہ عقل مندوں کو ایسے گڑھوں میں گراتا ہے کہ قرآن کے اس قدر قائل اور فراست اور دانائی اور عقل مندی میں مشہور مگر ایمان نہ لاتے تھے۔ سچ یہ ہے کہ ہدایت بلا توفیق خداوندی کے نہیں ہوسکتی، دیکھئے عقلاءِ یورپ موجد ہیں ایسے صنائع کے جن کی ایجادوں سے حیرت ہوتی ہے۔ جس قدر عقل مندی میں اعلیٰ درجہ رکھتے ہیں اسی قدر ان میں دہریت ہے اور خدا کے منکر ہیں دنیا میں تو کوئی فعل بلا فاعل نہ ہوسکے اور اتنے بڑے عالم کے لئے صانع کو تسلیم نہیں کرتے (۲) یہ قدرتِ خدا کا نظارہ ہے۔

غرض ابوجہل نے اسے دور ہی سے دیکھ کر کہا کہ یہ گیا تو تھا اور چہرہ لے کر اور آیا اور چہرہ لے کر، جب وہ پہنچا اس نے سارا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ جب انہوں نے یہ آیت پڑھی تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ اب بجلی گرنے کو ہے میں اپنی جان بچا کر بھاگا۔

دیکھئے اس واقعہ سے ثابت ہے کہ عورتیں بھی آپ کے سامنے پیش کی گئیں تو یہ کہنے کی گنجائش نہیں رہی کہ بیوہ عورتیں اس واسطے کی تھیں کہ کنواری لڑکیاں مل نہ سکتی تھیں۔ جب کہ آپ نے باوجود کنواریاں مل سکنے کے بیوہ عورتوں سے عقد کئے تو وہ شخص جس کو ذرا سی بھی عقل ہے سمجھ سکتا ہے کہ کسی اور مصلحت پر اس کی بنا تھی ان مصلحتوں کا بیان کرنا یہاں مقصود نہیں بلکہ صرف یہ بتلانا ہے کہ ایسے شخص کو شہوت پرست کہنا دین تو برباد کرنا ہے ہی عقل کے پیچھے بھی لٹھ لے کر پھرنا ہے۔

غرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر طرح کی قوت تھی اور یہ آپ کا ذاتی کمال تو تھا ہی خاندان سے بھی میراث میں پایا تھا۔ بنی ہاشم سب قوی تھے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ انہیں میں سے تھے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پٹنے کے وقت وہ آ گئے انہوں نے سب کو ہٹایا

---

(۱) ''اور کافروں نے یوں کہا کہ قرآن مت سنو اور شور مچاؤ تا کہ تم غالب آجاؤ'' سورۂ حٰمٓ سجدہ: ۲۶ (۲) بنانے والے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

کہ خود ان پر الٹے پڑ گئے ان میں اسلام سے پہلے بھی رحم تھا یہ عالی خاندان کی دلیل ہے۔

خاندانی اور غیر خاندانی میں فرق

خاندانی اور غیر خاندانی میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کو خداوند تعالیٰ نے ایسے خاندان میں پیدا کیا تا کہ کسی بڑے سے بڑے کو حضور ﷺ کی اقتداء کرنے میں عار نہ ہو (۱) اسی واسطے حق تعالیٰ نے سب انبیاء علیہم السلام کو خاندانی بنایا ہے۔ اگر چہ خدائے تعالیٰ کے یہاں نسبت کا چنداں اعتبار نہیں بلکہ کسب کا اعتبار ہے: ﴿اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ﴾ (۲) مگر لوگوں کے مذاق کا اعتبار کیا تا کہ کسی کو بھی اتباع سے عار نہ ہو، غرض حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنی جان پر کھیل کر بچالیا یہ خون سے ایسے رنگین ہوگئے تھے جیسے بت قربانی کے خون سے رنگے جاتے تھے۔ اب یہاں کوئی سننے والا کہہ سکتا ہے کہ آج مار سے سب نشہ اُن کا اتر گیا ہوگا۔ اور آئندہ اُن کو ہمت نہ رہی ہوگی کہ کسی کے سامنے اظہارِ ایمان کریں مگر ؎

نہ سازد عشق را کنج سلامت　　خوشا رسوایئ کوئے ملامت(۳)

اگلے دن پھر اسی مجمع میں پہنچے اور پھر اسی اعلان کے ساتھ کہا ((اشھدان لا الہ الا اللہ)) آج پہلے سے بھی زیادہ غیظ وغضب کے ساتھ کفار لپٹ پڑے اور بھی زیادہ مارا خدا کی قدرت کہ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ آگئے۔ پھر انہوں نے اسی طرح ان کو بمشکل بچایا۔

اس کو کہتے ہیں محبت اور یہ ہے اسلام ہمارا کیا منہ ہے کہ ہم بھی اللہ اور رسول ﷺ کی محبت کا نام لیں، پھر یہ اپنے گاؤں چلے گئے۔ یہاں کوئی یہ شبہ کرسکتا ہے کہ دین تو مشکل اُس وقت تھا جیسا کہ ان شواہد سے معلوم ہوا۔

(۱) شرمندگی نہ ہو (۲) سورۂ حجرات: ۱۳ (۳) ''عشق سلامتی کے گوشہ کی موافقت نہیں کرتا، اس کو تو ملامت کے کوچہ کی رسوائی بہت اچھی معلوم ہوتی ہے''۔

آج کل دین کی گرانی کا سبب

پھر یہ بات کیسے صحیح ہوئی کہ آج کل دین کی گرانی ہے دین کی گرانی تو اُس وقت تھی۔

اس کے جواب کے لئے ذرا سی سائنس دانی کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ سائنس کا اصول ہے کہ جب کسی کا محبوب سامنے ہوتا ہے تو اس کو قوت رہتی ہے اور وہ اسی قوت کی وجہ سے بہت سے موانع کو دفع کرسکتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں یہ بات موجود تھی یہ کتنی بڑی بات تھی کہ ہمارے سر پر ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔ اس قوت کی وجہ سے موانع کا اثر کم ہوسکتا تھا تو اُس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے قوت تھی اس وجہ سے موانع کا چنداں اثر نہ ہوتا تھا۔

دوسرے اس وقت صرف بیرونی موانع تھے اندرونی موانع نہ تھے (۱) اور اِس وقت میں قسم قسم کے دواعی شر کے موجود ہیں (۲)۔ اغیار تو باعث شر کے ہوتے ہی ہیں اپنے داعی شر ہیں (۳) بلکہ کفار سے آج کل صرف ضرر ظاہری ہے (۴) اور جو کفار مہذب ہیں اِن سے ضرر ظاہری بھی نہیں ہے وہ زبان سے بھی کہتے ہیں کہ مداخلت مذہبی نہ کریں گے اور برتاؤ میں بھی ان کے تہذیب ہے۔ دل آزاری بھی پسند نہیں کرتے وہ کسی طرح بھی مخل فی الدین نہیں ہیں (۵) آج کل زیادہ مخل فی الدین وہ لوگ ہیں جو اغیار نہیں سمجھے جاتے۔ (۶) وہ اس قدر داعی الی الشر ہیں کہ خدا کی پناہ (۷) کسی کو کھلم کھلا وہ شر کی طرف بلاتے نہیں پھرتے مگر کتابیں اس طرح کی تیار کردی ہیں جو کھلم کھلا بلانے سے بہت زیادہ اثر رکھتی ہیں بس وہ اپنا کام کررہی

(۱) اُس وقت صرف ظاہری رکاوٹیں تھیں باطنی رکاوٹیں نہیں تھیں (۲) اور اس وقت شر کے بہت سے تقاضے موجود ہیں (۳) غیر تو شر کا سبب ہوتے ہی ہیں اپنے لوگ شر کی طرف بلانے والے موجود ہیں (۴) ظاہری نقصان (۵) دین میں رخنہ اندازی نہیں کرتے (۶) آج کل دین میں زیادہ تر رخنہ اندازی وہ لوگ کرتے ہیں جو غیر نہیں سمجھے جاتے (۷) وہ اتنا شر کی دعوت دیتے ہیں کہ اللہ بچائے۔

ہیں اس اثر سے عوام کی آج کل وہ حالت ہے کہ صبح کو کچھ شام کو کچھ کسی کو اپنے ایمان پر بھروسہ نہیں رہا ((یصبح الرجل مؤمنا ویمسی کافرا)) (۱)۔

دین سے ناواقفی کا نقصان

اور سبب اس زہریلے اثر کا دین کی ناواقفی ہے اور دین سے اس ناواقفی کے بہت سے اسباب موجود ہیں مثلاً یہ کہ مسلمان عام طور سے معاش کی تعلیم وغیرہ میں لگے ہوئے ہیں۔ اتنی فرصت ہی نہیں کہ دین کی طرف توجہ کریں پھر مذہب کی کیا خبر ہو اور اس میں بھی چنداں مضائقہ نہیں ہوتا۔ اگر ذہن میں یہ بات رہتی کہ ہم دنیا دار ہیں مصیبت تو یہ ہے کہ باوجود دین سے مس نہ رہنے (۲) کے اپنے آپ کو دین دار سمجھتے ہیں بلکہ دوسروں کی رہبری کے لئے تیار ہیں۔ اِس وقت میں مسلمانوں کو مسلمانوں ہی سے زیادہ ضرر (۳) پہنچ رہا ہے۔ یہ لوگ اس قدر آزاد ہیں جن پر مسلمان ہونے کا اطلاق ہونا بھی مشکل ہے۔

ہمارے نواح کے ایک قصبہ کا ایک واقعہ ہے کہ ایک تعلیم یافتہ شخص ایک بار کہنے لگے کہ میں محمد صاحب کی بہت قدر کرتا ہوں آپ بڑے ریفارمر تھے اور بہت اصلاح قوم کی کی۔ رہی نبوت سو وہ صرف ایک مذہبی خیال ہے۔ مسلمانوں نے خوش عقیدگی کی وجہ سے مان لیا ہے، بتائیے ایسے شخص کے کفر میں کیا شبہ ہے یا اسلام ایسی چیز ہے کہ کسی طرح جاہ ہی نہیں سکتا کفر کے عقیدے دل میں رکھو اور کلمات کفر زبان سے بکو اور اسلام ہے کہ اس میں فرق ہی نہیں آتا حضرت اسلام خداوند تعالیٰ سے ایک خاص تعلق کا نام ہے اور خداوند تعالیٰ کی ذات سب سے زیادہ بے نیاز ہے اس کو زبردستی تعلق قائم رکھنے کی ضرورت نہیں دنیادار جو ذرا سا بھی بڑا ہے وہ کسی کو منہ بھی نہیں لگاتا پھر یہ کیسے

(۱) ''صبح کو آدمی مسلمان ہوگا اور شام کو کافر ہوجائے گا'' سنن الترمذی: ۲۱۹۵ (۲) دین سے تعلق نہ ہونے کے باوجود (۳) نقصان۔

ہوسکتا ہے کہ خداوند تعالیٰ سے کوئی تعلق قطع کرے اور خدا تعالیٰ اس سے زبردستی جوڑتے پھریں۔ پھر اگر مرنے کھپنے پر بھی بندہ کے تعلق کو حق تعالیٰ منظور فرمالیں تو زہے قسمت اور زہے عنایت ہے (۱) سو ایسے کلمات بکنے سے یقیناً اسلام جاتا رہتا ہے اور غضب یہ ہے کہ اس شخص کے نکاح میں ایک مسلمان عورت ہے نکاح کسی طرح قائم نہیں اور جھڑا جھڑ بچے بے نکاح ہورہے ہیں۔ تعلیم یافتہ ہونے کا نام لگ جانے سے عوام الناس میں ایسے لوگوں کی عزت ہوجاتی ہے اور ان کا اثر پڑتا ہے۔ بتائیے کہ اتنا نقصان مسلمانوں کو غیر قوم سے پہنچ سکتا ہے ہرگز نہیں، اب مولوی جو اس تعلیم سے منع کرتے ہیں تو لوگ تعجب سے پوچھتے ہیں کہ صاحب دنیاوی تعلیم میں کیا حرج ہے مگر جو نتائج ظہور میں آرہے ہیں ان کو دیکھئے۔

جدید تعلیم کا نقصان

بریلی میں ایک لڑکا میرے سامنے لایا گیا کہ اسکو ذرا نصیحت کردیجئے یہ نماز نہیں پڑھتا میں نے اس سے پوچھا کہ بھائی نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ اس نے کہا کہ سچ کہہ دوں میں تو خدا تعالیٰ کے وجود ہی کا قائل نہیں یہ کہا اور کہہ کر رو دیا اور کہنے لگا کہ میرے ماں باپ سے مواخذہ ہوگا کہ مجھے علم دین نہیں پڑھایا اور نہ نیک صحبت کی طرف کبھی توجہ دلائی۔ یہ لڑکا ایک اسلامی کالج میں پڑھتا تھا۔ اب دیکھئے اس کی کیا حالت ہے میں نے ان لوگوں سے کہا کہ اس کو اس کالج سے نکال کر گورنمنٹ کالج میں بھیجئے وہاں یہ اتنا خراب نہ ہوگا جتنا کہ یہاں ہوا کیا انتہا ہے کہ گورنمنٹ کالج کو ترجیح دینی پڑی اس کالج پر جو مسلمانوں کا کالج کہلاتا ہے اور جس پر لوگ ہم سے لڑتے مرتے ہیں کہ اس کالج کو علماء بُرا کہتے ہیں دیکھئے یہ اثر

(۱) اس کی خوش نصیبی اور اللہ کی مہربانی ہے۔

آپ کے نزدیک بُرا ہے یا نہیں۔ گورنمنٹ کالج میں یہ اثر نہیں ہوتا وجہ یہ ہے کہ اس میں ہندو بھی ہوتے ہیں جب دو قوم اجنبی ایک جگہ رہتی ہیں تو دونوں میں مقابلہ رہتا ہے۔ اس مقابلہ میں مذہبی پختگی بڑھ جاتی ہے اور وہاں ایک قوم ہے کوئی ایک دوسرے کا مقابل نہیں اس لئے خوب آزادی ہے اور مذہبی امور کی طرف کسی کو توجہ ہے نہیں حمیت پیدا نہیں ہوتی اور وہاں اس قدر خرافاتیں ہیں کہ بات بات میں کفر کی نوبت آتی ہے۔

داعیان الی الشر (۱)

ایک دفعہ چند شریر لڑکے اکٹھے ہوئے داڑھی منڈواتے تو سب ہی ہیں۔ مگر جہل کو مرکب بنایا اور معصیت کو کفر تک پہنچایا (۲) اس طرح کہ ایک لڑکا داڑھی نہیں منڈاتا تھا اس کو کہہ سن کر داڑھی منڈانے پر راضی کیا اور ایک بکرا منگایا پھر لڑکوں میں اعلان کیا کہ آج فلاں کمرہ میں عقیقہ ہوگا۔ جب سب جمع ہو گئے تو ایک باپ بنا اور اس لڑکے کو بیٹا بنا دیا اور اس کو سب کے بیچ میں بٹھا کر داڑھی منڈوادی اور اس پر خوب قہقہے اڑے اور بکرا ذبح کر کے کھانا کھلایا گیا۔ یہ ایک بہت ہی ادنیٰ حرکت ہے مگر اس کی حقیقت یوں معلوم ہو سکتی ہے کہ گورنمنٹ کے کسی حکم کے ساتھ اس کا نصف معاملہ کر کے دیکھو بغاوت ہوتی ہے یا نہیں پھر حق تعالیٰ کے احکام کے ساتھ یہ بغاوت کیسے نہیں ہے اس بغاوت ہی کو شریعت کی اصطلاح میں کفر کہتے ہیں، عدالت میں اگر کوئی حاکم حکم سنادے اس پر ذرا ہنس دیجئے کوئی کلمہ بھی منہ سے نہ نکالئے مگر دیکھئے اسی وقت توہین میں چالان ہوتا ہے یا نہیں حضرات مسلمانوں کی یہ نوبت (۳) ہے، یہ ہیں وہ مضرتیں جو قوم کو مسلمانوں کے

(۱) بُرائی کی دعوت دینے والے (۲) گناہ کو کفر تک پہنچایا (۳) حالت۔

ہاتھوں سے پہنچ رہی ہیں اور غیر قوموں سے یہ نقصان نہیں پہنچتے۔

سب سے پہلے دین سکھاؤ

غرض وہ لڑکا گورنمنٹ کالج میں داخل ہوا۔ ایک سال کے بعد اس کی حالت یہ ہوئی کہ خدا کا بھی قائل تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی قائل تھا اور نماز کا بھی پابند تھا۔ بات یہ ہے کہ لوگ بچوں کو ابتداء سے فکر معاش میں اس طرح ڈالتے ہیں کہ بالکل اسی میں منہمک کر دیتے ہیں اگر کتابی تعلیم دین کی نہیں ہوسکتی تو زبانی تعلیم تو ممکن ہے مگر یہ بھی نہیں کرتے کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ بچوں کو نماز سکھلائی جاوے۔ دین کے ارکان ان کو سنائے جائیں اس میں تو ان کو کچھ محنت نہیں کرنی پڑے گی اور کچھ وقت بھی زیادہ خرچ نہ ہوگا۔ اگر بڑوں کو خیال ہو تو دین کے تمام ضروری اصول و فروع ان کو سکھا سکتے ہیں مگر یہ سب کچھ جب ہی ہو جبکہ دین کی پرواہ ہو، اصل یہ ہے کہ دین کی کسی کو پرواہ ہی نہیں چھوٹوں کو یہ عذر ہے کہ بڑوں نے ہم کو اس طرف نہ لگایا اور بڑوں نے یوں دل کو سمجھا لیا ہے کہ علم معاش سے فرصت نہیں ہے، کیوں صاحبو! قانون کی ضروری باتیں بچوں کے کان میں کیسے پڑ جاتی ہیں کسی بچے کو ہم نے یہ نہ دیکھا کہ علم معاش میں منہمک ہو کر اسے یہ معلوم نہ ہوا ہو کہ مارنا پیٹنا جرم ہے اور وہ سر بازار دنگا فساد کرتا پھرتا ہو اگر کسی بچے نے ایسا کیا ہوگا تو اس کے مربیّ نے فوراً ڈانٹا ہوگا کہ یہ طریقہ شرفاء کا نہیں ہے اور قانوناً جرم بھی ہے اس سے جیل خانہ پہنچ جانے کا اندیشہ ہے میں انہیں مربیّ سے پوچھتا ہوں کہ اسی بچہ نے جب نماز نہیں پڑھی تو کیوں نہیں ٹوکا کیا اس کا ان کے پاس کوئی جواب ہے۔

دین سے بے خبری کا حال

بس اصل یہ ہے کہ دین کی پرواہ نہیں اس کا نتیجہ آنکھ میچنے پر معلوم ہوگا(۱) دین کو ایسا چھوڑا ہے کہ نام ہی آنا غضب ہے اس کا نام آیا اور سو حیلے کھڑے ہوئے(۲)۔ تعلیم معاش پر ہماری اول تو یہی شکایت تھی کہ اس میں انہماک افراط کے درجہ پر پہنچ گیا ہے(۳) جس سے دین سے بے خبری ہوگئی ہے۔

اور دوسری شکایت یہ ہے کہ وہ صرف دین سے غافل کرنے والا ہی نہیں بلکہ دین سے مخالف بنانے والا بھی ہے۔ غرض ہر چہار طرف سے دین سے غفلت ہے اور دین کو بگاڑنے کے سامان جمع ہیں جب یہ حالت ہے کہ دین کے ممد اسباب تو موجود نہیں اور دین کے مخالف اسباب موجود ہیں تو یہ زمانہ دین کی گرانی کا زمانہ ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ گرانی کے زمانہ میں تھوڑی چیز بھی بہت سمجھی جاتی ہے۔ لہذا اس وقت دین کی قیمت خدائے تعالیٰ کے یہاں بہت ہے۔ یہ مضمون اس حدیث سے نکلتا ہے جس کو میں نے ابھی بیان کیا تھا کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اب زمانہ وہ ہے کہ اگر کوئی مامور بہ میں دسویں حصہ کی بھی کمی کرے تو ہلاک ہوجائے(۴) اور ایک زمانہ وہ آئے گا کہ اگر کوئی مامور بہ کا دسواں حصہ بھی بجالاوے گا تو وہ نجات پاجاوے گا(۵)۔ اس حدیث کا مضمون کافی طور سے بیان ہو چکا اور اس مضمون کی تائید ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے وہ یہ ہے: ((یاتی علی الناس زمان القابض علی دینه کالقابض علی الجمر)) او کمال قال (۶)

---

(۱) اس کا انجام مرنے کے بعد معلوم ہوگا (۲) سو قسم کے بہانے گھڑنے شروع کردیئے (۳) انتہاء درجہ کو پہنچ گیا ہے (۴) اللہ کے احکام میں سے دسویں حصہ کو بھی چھوڑے ہلاک ہو (۵) دسویں حصہ احکام پر بھی عمل کرلے تو نجات ہو (۶) ''پھر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ دین پر عمل کرنا ایسا مشکل ہوگا جیسے آگ کا انگارہ ہاتھ میں لینا'' جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (شرح جوامع الاخبار: ۱/ ۲۲۰)۔

احکام شریعت پر عمل پیرا ہونا کیوں مشکل ہے

دیکھ لیجئے آج کل کوئی شریعت پر عمل چاہتا ہے تو ضرور رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔ عقائد سے تو کوئی ہٹا نہیں سکتا کیونکہ عقیدہ فعل قلب ہے۔ ہاں اعمال میں رکاوٹیں ہیں، خصوصاً معاملات میں پچاس میں سے ایک بھی عامل بالدین (۱) نکلنا مشکل ہے اور معاملات میں رکاوٹیں اعمال سے زیادہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عمل پھر بھی شخص واحد کا فعل ہے آدمی تنہا اپنے اختیار سے کرسکتا ہے اور معاملات وہ اعمال ہیں کہ جن کا تعلق دوسرے سے ہوتا ہے جب تک کہ دونوں باہمت اور پکے نہ ہوں معاملہ کی اصلاح کیسے ہو۔ مذاق عام طور سے بگڑے ہوئے ہیں۔ اگر ایک شخص اصلاح معاملہ کی کوشش کرتا ہے تو دوسرا پکا نہیں ہوتا اور آپ پڑوسن مجھ سی ہو اس کو بھی بگاڑ لیتا ہے بس اسی طرح سے ایک سے دوسرا دوسرے سے تیسرا متاثر ہو کر سب ایک بلائے عام میں مبتلا ہوگئے ہیں کہ سب کے معاملات بگڑ گئے ہیں اور مسائل شرعیہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ بہت تنگ ہیں۔ حالانکہ تنگی خود کرلی ہے جب ایک بات کا رواج سب مل کر چھوڑ دیں تو اس کے کرنے میں تنگی ہو ہی جائے گی مثلاً اب رواج پڑ یہ کا ہوگیا اب لوگ پرانے زمانہ کو یاد کر کے کہتے ہیں کہ پہلے رنگ کی بہت تکلیف تھی کُسُم بھگویا جاتا تھا (۲) اور کئی کئی روز تک ٹپکایا جاتا تھا اور بڑے اہتمام کرنے پڑتے تھے جب کپڑے رنگے جاتے تھے اب ان کو اس طریقہ سے رنگنا دشوار نظر آتا ہے مگر اس کی وجہ یہ نہیں کہ واقعی دشوار ہے بلکہ رواج چھوٹ گیا ہے صرف اس وجہ سے دشوار معلوم ہوتا ہے ورنہ پہلے زمانہ میں رنگتے ہی تھے پہلے تو کچھ بھی دشواری نہ معلوم ہوتی تھی غرض جس ایک کام کو عام طور سے آدمی

(۱) دین پر عمل کرنے والا (۲) ایک قسم کا پھول ہے جس سے شہاب نکلتا ہے اور سرخ کپڑے رنگے جاتے ہیں۔

کرنے لگیں وہ کیسا ہی مشکل ہو آسان ہوجاتا ہے اور اگر آسان سے آسان کام کو بھی چھوڑ دیں تو مشکل ہوجاتا ہے، اور جس کام کی عادت ڈالیں خواہ وہ کیسا ہی بُرا ہو اس کی بُرائی نظروں سے چھپ جاتی ہے۔

دنیاداروں کی دینداروں سے برتاؤ کی مثال

جیسا ایک بادشاہ کا قصہ ہے کہ وزیر نے پیشین گوئی کی کہ کل کو ایسی بارش ہوگی کہ جو شخص اس کا پانی پیوے گا وہ پاگل ہوجائے گا۔ بادشاہ نے برتنوں میں پانی بھروا کر رکھ لیا اگلے دن بارش ہوئی تمام لوگوں نے اس کا پانی پیا سب کے سب پاگل ہوگئے۔ بادشاہ اور وزیر نے جو پانی پہلے سے بھروا کر رکھ لیا تھا وہ پیا اس لئے وہ جنون سے محفوظ رہے اب لوگوں میں جلسے ہونے شروع ہوئے کہ بادشا اور وزیر پاگل ہوئے ہیں ان کو معزول کردینا چاہیئے۔ بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ اب کیا کرنا چاہیئے وزیر نے کہا کہ تدبیر یہی ہے کہ ہم بھی بارش کا پانی پی لیں۔ غرض بادشاہ اور وزیر نے بھی وہ پانی پی لیا اور جیسے اور پاگل تھے ویسے ہی وہ بھی ہوگئے اب لوگوں میں جلسے ہوئے کہ بادشاہ اور وزیر اچھے ہوگئے اب ان کو معزول کرنے کی ضرورت نہیں، تو جیسے ان پاگلوں نے بادشاہ اور وزیر کو اپنی طرف نہ ہونے کی وجہ سے پاگل سمجھا اسی طرح اب بددین لوگ دینداروں پر ہنستے ہیں کیونکہ بددینی کا مذاق غالب ہوگیا ہے اُس کی بُرائی ذہن سے نکلی جارہی ہے اور دینداری کم رہ گئی ہے اگر کسی میں وہ ہے بھی تو ایک نئی سی بات معلوم ہوتی ہے۔

ریل کے معاملات میں بعض دفعہ مشاہدہ ہوا کہ حقوق ادا کرنے والے پر لوگ ہنستے ہیں حالانکہ ادائے حقوق جملہ عقلاء کے نزدیک بھی اور شرعاً بھی مستحسن ہے اور اس کی ضد بالاتفاق قبیح ہے مگر طبائع میں خیانت اور حق تلفی کا مادہ غالب

ہو رہا ہے اس واسطے ادائے حقوق پر بھی تعجب ہوتا ہے۔

ایک دیندار ڈپٹی کی حکایت

ایک ڈپٹی صاحب ہیں جو بہت دیندار ہیں وہ اپنے ایک لڑکے کا ٹکٹ آدھا لیتے تھے اور گھر والوں سے اس کی تحقیق کر رہے تھے کہ اس کی عمر کیا ہے۔ تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ اس کی اتنی عمر ہے جس پر ٹکٹ پورا لگنا چاہیئے۔ آس پاس جو لوگ کھڑے تھے وہ سب ہنس رہے تھے کہ دیکھو اس بچے کے لئے آدھا ٹکٹ بھی کھپ سکتا تھا اگر آدھا ٹکٹ لیتے تب بھی کوئی نہ ٹوکتا یہ خود ہی اپنا پیسہ پھینکتے ہیں۔

ایک اور شخص بی اے ہیں وہ ریل میں سوار ہوئے وقت کم تھا اسباب تلوا نہ سکے جہاں اترے وہاں انہوں نے کہا اسباب تول لو بابو نے دیکھا اور کہا جاؤ لے جاؤ انہوں نے کہا نہیں اسباب زیادہ ہے (خدا جسے نیکی دے وہ ایسے ہی ہوتے ہیں) اُن کی وضع قطع سے یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ یہ انگریزی جانتے ہیں اس لئے اسٹیشن ماسٹر اور وہ بابو انگریزی میں آپس میں گفتگو کرنے لگے۔ ایک نے دوسرے سے کہا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے شراب پی رکھی ہے اُس کے نشہ میں ہے۔ انہوں نے کہا جناب میں شراب پیئے ہوئے نہیں ہوں میں مسلمان ہوں مذہب اسلام میں حق تلفی جائز نہیں محصول لے لیجئے۔ بابو نے کہا کہ جاؤ جی ہم کو فرصت نہیں (عجیب بات ہے کہ چھپے ہوئے کو تو پکڑتے ہیں اس کے واسطے چلتی گاڑی میں بھی گشت کرتے ہیں اور یہ محصول دے رہے ہیں اور نہیں لیتے) اب انہیں فکر ہوئی کہ آخر میں کیا کروں میں محصول دے رہا ہوں اور یہ لوگ نہیں لیتے مگر حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا﴾ (۱) فوراً سمجھ میں آ گیا بس

(۱) ''جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے راستہ نکال ہی دیتے ہیں'' سورۂ طلاق: ۲۔

حساب کیا کہ کتنا محصول واجب ہے اتنی رقم کا ایک ٹکٹ کسی اسٹیشن کا لے کر پھاڑ دیا اس طرح کرایہ ادا ہوگیا یہ خدا کا خوف تھا لیکن اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ طبائع میں بالکل انقلاب ماہیت ہوگیا ہے اور یہ اگرچہ بدایۃً ہی بُرا ہے لیکن اس کے عام ہوجانے سے اس کی بُرائی نظروں سے اٹھ گئی ہے بلکہ بجائے بُرائی کے رواج عام ہوجانے سے اس کی بھلائی ذہنوں میں آگئی ہے پھر ایسے فعل پر عمل کیسے ہو جس کے مقابل کی بھلائی ذہنوں میں موجود ہے، یہ دشواریاں ہیں جس کی وجہ سے دین پر قائم رہنے والے کو چنگاری ہاتھ میں لینے والے کے ساتھ حدیث میں تشبیہ دی گئی ہے۔

ثواب کی کثرت

لیکن جس طرح عمل اس وقت میں دشوار ہے اسی طرح (میں بشارت سناتا ہوں آپ کو کہ) اس وقت عمل کا ثواب بھی زیادہ ہے۔ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہ ایسے وقت میں ایک عمل کرنے والے کو ثواب پچاس آدمیوں کا ملے گا صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا اُن کے پچاس کا یا ہم میں کے پچاس کا (اُن کے پچاس ہوں گے تو سارے نکمے ہوں گے) جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم میں کے پچاس کا دیکھئے کتنی بڑی بات ہے اس حدیث کے بموجب اس وقت ایک عمل کا ثواب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پچاس عمل کے برابر ملتا ہے کتنی بڑی فضیلت ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل کی بڑائی

یہ اور بات ہے کہ ان کا ایک ہی حصہ ہمارے پچاس سے کیفاً بڑھا ہوا ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اعمال ہم سے ضرور بڑھے ہوئے ہیں ان کا ایک اور ہمارے سو بھی برابر نہیں ہوسکتے۔ حدیث میں موجود ہے: ((لَوْ اَنْفَقَ اَحَدُکُمْ مِثْلَ اُحُدٍ

ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ))(۱) یعنی ’’اگر کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خیرات کردے گا تو صحابی کے ایک مُد یا اس کے نصف کے برابر بھی نہ ہوگا‘‘ ہمارے اعمال کیسے بھی ہوں لیکن ان میں وہ چیز نہیں ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے اعمال میں تھی ان میں روح نہیں ہے خیر پچاس تو ہیں گو وہ پچاس ایک کے بھی برابر نہ ہوں ہم صحابہ جیسے تو بن نہیں سکتے تاہم اُن کی نقل تو کر سکتے ہیں۔ ہماری نماز نقل بھی ہوتی تو قدر سے دیکھی جاتی مگر کچھ بھی نہیں ہے ہم لوگوں نے نماز کو غارت ہی کر دیا ہے نہ اس میں روح ہے نہ صورت اگر پڑھتے ہیں تب بھی کسی کام کی نہیں ہوتی چہ جائیکہ پڑھیں بھی نہیں۔

نماز کے اہتمام کی ضرورت

ان ہی حالات کی وجہ سے فرماتے ہیں: ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ یعنی نماز کو درست کرو صرف پڑھنے کا حکم نہیں فرمایا بلکہ درست کر کے ادا کرنے کا حکم فرمایا۔ درست کرنا کیا معنی، درست کرنا یہ ہے کہ اس کے حقوق ادا کئے جائیں سو ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس پر پابندی ہو میں نے اس واسطے اس بیان کو چھیڑا کہ دیہات میں نماز کی پابندی نہیں ہے۔ اول تو پڑھتے ہیں نہیں اور اگر پڑھتے بھی ہیں تو گنڈے دار (۲) اور اگر کوئی پابندی بھی ہے تو بہت سے بہت یہ کہ وقت کے اندر ادا کر لیتے ہیں۔ جماعت کی پابندی نہیں کرتے حالانکہ یہ سب ضروری باتیں ہیں اور اگر کوئی اس کا بھی پابند ہے تو صرف اس کی ذات تک وہ پابندی محدود ہے گھر میں دوسروں کو تاکید نہیں کرتے صاحبو! خود بھی پابندی کرو اور عورتوں اور بچوں کو بھی پڑھواؤ ان کا سوال بھی تم سے ہوگا۔ سب سے پابندی کے ساتھ پڑھواؤ کسی کی

(۱) سنن لابی داؤد:۲۶۴/۱۲ (۲) کبھی پڑھی کبھی چھوڑ دی۔

نماز بھی گنڈے دار نہ ہو۔

ہمارے یہاں ایک مولانا شیخ محمد صاحب تھے ایک دفعہ چاند ہوا گاؤں کے لوگ ان کے سامنے گواہی دینے کے لئے آئے انہوں نے ایک شخص سے پوچھا کہ نماز بھی پڑھتے ہو کہا ایک دفعہ مولویوں نے بہت غل مچایا تھا(۱) اور سب لوگوں نے ایکا کرلیا تھا(۲) کہ جو کوئی نماز نہ پڑھے گا اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھی جائے گی جب تو ہم نے نماز پڑھی تھی پھر تو ہماری توبہ ہے، دیہات میں یہی حالت ہے (توبہ توبہ) بعض لوگ نماز کو منحوس سمجھتے ہیں خیر ایسوں نے تو اگر کسی کے دباؤ سے نماز پڑھ بھی لی تو نمازیوں میں ان کا شمار نہیں کیونکہ دل میں نماز کے قائل تک نہیں میرا خطاب اُس وقت ان لوگوں سے ہے جو نماز کے قائل ہیں اور اس کو اچھا سمجھتے ہیں ان کو تو چاہیئے کہ نماز کو نماز کی طرح پڑھیں یعنی ایک تو یہ کہ پابندی ہونی چاہیئے اور ایک یہ کہ وقت کا خیال رہے بعض لوگ عصر کی نماز اس وقت پڑھتے ہیں کہ جب سب کاموں سے نمٹ جائیں سورج ڈوب رہا ہے اور یہ نماز پڑھ رہے ہیں اور اس کی وجہ کچھ تو سستی اور لاپرواہی ہے اور کچھ یہ ہے کہ یہ خیال ہوتا ہے کہ ابھی پھر مغرب کی نماز پڑھنی ہے دو دو دفعہ کام کا حرج کون کرے ایک دفعہ ہی نمٹ کر دونوں کو پڑھ لیں گے، صاحبو موٹی سی بات ہے کہ دونوں نمازوں میں جتنی دیر لگتی ہے دونوں کو جمع کر کے پڑھو تب اور دونوں کو علیحدہ پڑھو تب ہر حالت میں اتنی ہی دیر لگے گی مثلاً پانچ پانچ منٹ دونوں میں لگتے ہیں تو اگر دونوں کو جمع کر کے پڑھو گے تو بھی دس ہی منٹ کا حرج ہوگا اور اگر دونوں کو الگ الگ اپنے اپنے وقت پر پڑھو تو گو پانچ پانچ منٹ کر کے دو دفعہ حرج ہوگا مگر ہوگا تو وہی دس منٹ کا تو اگر کام کو چھوڑ کر وقت پر نماز پڑھ لو گے تو نماز بھی ٹھیک ہو جائے گی اور حرج بھی اتنا ہی ہوگا۔

(۱) شور مچایا (۲) سب اس بات پر متحد ہو گئے تھے۔

پھر یہ خیال کیسے ٹھیک ہے کہ دو دو دو دفعہ حرج کون کرے دو دفعہ کرنے میں حرج بھی تو آدھا آدھا ہوتا ہے۔

ارکانِ نماز کو سیکھنے اور درست کرنے کی ضرورت واہمیت

اسی طرح ایک حق یہ ہے کہ رکوع سجدہ ٹھیک کرو نیز جو تسبیح واذکار نماز میں پڑھی جاتی ہیں وہ سب کسی کو سنالو نیز قرآن شریف بھی صحیح کرو اگر شین قاف نہ نکلے تو زیر زبر کی تو غلطی نکال لو نیز خود بھی پڑھو جورو بچوں (۱) کو بھی پڑھاؤ اُن کے اوپر حق تعالیٰ نے تم کو حاکم کیا ہے جیسے دنیا کے کام اُن کو سکھلاتے ہو دین کے بھی سکھلاؤ ورنہ تم سے باز پرس ہوگی۔

ترکِ نماز پر سختی کرو

پھر جن پر قدرت ہے ان میں سے جو کوئی نماز نہ پڑھے اس پر سختی کرو کوئی سزا مقرر کرو جرمانہ تو حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں اور طرح سے اس کے ساتھ سختی کرو مثلاً یہ کہ اس کو اپنے ساتھ کھانا نہ کھلاؤ ایک ہی دفعہ میں عقل سیدھی ہو جائے گی اور میں خود اس شخص سے کہتا ہوں کہ نماز برادری والوں کا یا محلّہ والوں کا تو کام نہیں خدا تعالیٰ کا کام ہے اس کا ادا کرنا ضروری ہے جس شخص کی نماز فوت ہوتی ہے اس کو چاہیئے کہ خود اپنے اوپر یہ سزا مقرر کرلے کہ جس دن نماز قضا ہوجاوے کھانا نہ کھاوے۔ ایک وقت یا چند وقت ایسا کرے آپ ہوش درست ہوجاویں گے اور نفس قابو میں آجاوے گا اور یہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ایک وقت نہ کھانے سے یا چند وقت نہ کھانے سے مرے گا نہیں۔ یہ بات طبعاً ثابت ہے کہ آدمی کئی کئی دن تک فاقہ کرنے سے مر نہیں سکتا۔ غرض ہمت کرکے کام کرو اور بے ہمت تو لقمہ بھی منہ

(۱) بیوی بچوں۔

میں نہیں جاتا یہ تو بیان ہوا: ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ کا اور اس میں خلاف ارادہ طول ہو گیا خیر اس سے بھی کچھ نفع ہی ہو گا ان شاء اللہ۔

تارکِ نماز کے لئے وعید

آگے فرماتے ہیں: ﴿وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''مشرکین میں سے مت ہو'' اس میں غور کرنے کی یہ بات ہے کہ نماز کے حکم میں اور اس نہی میں جوڑ کیا ہے۔ اس میں ایک نکتہ ہے وہ یہ کہ مشرکین عرب حج کرتے تھے مگر نماز نہ پڑھتے تھے چنانچہ حج کرنے والوں کو نہ روکتے تھے اور نماز پڑھنے والوں کو سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے۔ سو وہ حج کے تو خلاف نہ تھے لیکن نماز کے بالکل خلاف تھے اور یہود و نصاریٰ نماز پڑھتے تھے حج نہ کرتے تھے اس لئے حج نہ کرنے پر حدیث میں یہودی یا نصرانی ہو کر مرنے کی وعید کی گئی ہے اور یہاں آیت میں بے نمازی کو مشرک سے تشبیہ دی گئی اور گو یہ دونوں فرقے ہیں کافر لیکن یہود و نصاریٰ سے مشرک اور زیادہ بڑے ہیں کیونکہ یہود و نصاریٰ موحد تو ہیں (۱) گو ان کی توحید کارآمد اور کافی نہیں اور عدم مغفرت میں دونوں برابر ہیں تو نماز کا ترک کرنا دوسری عبادات کے ترک سے زیادہ بُرا ہوا پس مطلب یہ ہوا کہ نماز چھوڑ کر مشرکوں کے مشابہ نہ بنو اور اس عنوان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسا کوئی کام نہ کرنا چاہیئے جس میں کفار کے ساتھ مشابہت ہو۔

اب رہا یہ کہ آیت میں: ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ پر کیوں نہیں اکتفاء کیا تو اس میں نکتہ یہ ہے کہ مسلمان بے نمازی سے نفرت پیدا ہو کیونکہ کوئی ایسا نہیں جس کو شرک سے نفرت نہ ہو کیونکہ توحید ہر شخص کو محبوب ہے اور توحید کی ضد مبغوض ہے (۲)۔ جب فرمایا کہ نماز پڑھو اور مشرک نہ بنو تو اس لفظ سے وحشت ہو گی یہ ایسا ہے جیسے کہا جائے کہ اطاعت اختیار کرو اور باغی نہ بنو تو اس کے معنی یہی ہوتے کہ اطاعت

(۱) یہودی اور عیسائی خدا کی توحید کے قائل ہیں (۲) ناپسندیدہ ہے۔

اختیار کرنا بغاوت سے بچنا ہے اور ترک اطاعت بغاوت ہے ایسے ہی نماز پڑھنا شرک سے بچنا ہے اور نہ پڑھنا مشرک بننا ہے گو اس کے معنی یہ نہیں کہ نماز نہ پڑھنے سے آدمی کافر و مشرک ہو جاتا ہے کیونکہ یہ عقیدہ اہل سنت کے خلاف ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ یہ عمل مشرکوں کا سا ہے۔ جیسے حدیث میں وارد ہے : ((مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ))(۱) ''جس نے جان کر نماز چھوڑی پس اس نے کفر کیا'' یعنی کام کافروں کا سا کیا جیسے کہتے ہیں کہ فلانا چمار ہو گیا اس کے یہ معنی نہیں کہ واقعی چمار ہو گیا بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ چماروں کے سے کام کرنے لگا تو نماز نہ پڑھنے والے کو مشرک فرمانا بمعنی حقیقی تو نہیں ہے مگر جس معنی میں بھی ہو لفظ نہایت موحش ہے(۲) مشرک سے بُرا کوئی نہیں اس واسطے اللہ تعالیٰ نے نفرت دلانے کے لئے: ﴿ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ ﴾ کے ساتھ: ﴿وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ بھی بڑھا دیا کیونکہ صرف نماز کے حکم سے اتنی تاکید نہ ہوتی اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ مشرک بننا ترک نماز سے بہت زیادہ بُرا ہے۔ کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جب ایک چیز کو دوسری چیز سے تشبیہ دی جاتی ہے تو وجہ شبہ مشبہ بہ میں زیادہ ہوتی ہے خواہ زیادتی کسی حیثیت سے ہو مثلاً کہتے ہیں کہ زید شیر ہے یعنی ایسا بہادر ہے جیسا شیر تو اس میں ضرور ہے کہ بہادری شیر میں زید سے زیادہ ہے، ایسے ہی جب ترکِ نماز کو مشرک بننے کے ساتھ تشبیہ دی گئی تو یہ بات مسلّم ہوئی کہ شرک ترکِ نماز سے بھی زیادہ بُرا ہے تو شرک کس قدر بُری چیز ہوئی۔

عورتوں میں شرک کا اثر

دیہات میں شرک بھی کثرت سے ہے خصوصاً عورتوں میں شرک کا اثر بہت ہے مسلمانوں کے گھروں میں یہ بلا ہے کہ دیوی اور سیتلا کو پوجتی ہیں (۳)

(۱) مجمع الزوائد: ۱/۲۹۵ (۲) وحشت ناک ہے (۳) ہندوؤں نے جو دیوی دیوتا بنائے ہوئے ہیں انہی میں سے ایک چیچک دیوی بھی ہے جس کی عبادت کی جاتی ہے۔

کسی کے چیچک نکلتی ہے تو اس سے ڈرتی ہیں اور اس کو کوئی متصرف چیز سمجھتی ہیں اور سیتلا کی پوجا کرتی ہیں یہ کیا خرافات ہے جیسے اور امراض ہیں ایسے ہی چیچک بھی ہے اور مرضوں کو کیوں نہیں پوجتے اور مسلمان کے نزدیک تو کوئی باارادہ اور مؤثر چیز بھی خواہ وہ کتنی ہی بڑی بالتصرف کیوں نہ ہو پوجنے کے قابل نہیں ہوسکتی (۱) مسلمان کے نزدیک تو پوجنے کے قابل بس ایک خدا ہے۔ اسی کا اس کو خوف ہوسکتا ہے اور اسی سے امداد چاہ سکتا ہے اس کے سوا اور کوئی چیز مسلمان کی نظر میں قابل خوف اور قابل استعانت نہیں (۲) تمام دنیا خدا تعالیٰ کے سامنے ایسی ہی ہے جیسے ہم ہیں پھر ہم کو اپنے جیسے عاجزوں کا کیا خوف مگر جہالت نے راہ مار رکھی ہے فرضی چیزوں کو پوجا کرتے ہیں۔ ہندوؤں کے مندروں پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور ہیں مسلمان اور شرک کے اور بھی شعبے ہیں۔ مثلاً بعض لوگ کسی دن کو منحوس سمجھتے ہیں یا اور کسی چیز کو منحوس سمجھتے ہیں۔ بعض لوگ شگون لیتے ہیں اور بعض سمجھتے ہیں کہ شہید لپٹتے پھرتے ہیں کوئی بیمار ہوا ہے تو کہتے ہیں کہ شہید مرد آگئے اور ان کے چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ پھر ان شہید مرد صاحب سے غیب کی خبریں پوچھتے ہیں اول تو یہی غلط ہے کہ شہید لپٹتے پھرتے ہیں شہیدوں کو نعم آخرت کے سامنے اس کی کیا ضرورت ہے کہ دنیا میں آویں اور آویں بھی کاہے کے لئے لوگوں کو ستانے کے لئے جنہوں نے اللہ اور رسول ﷺ کے حکم پر گردنیں کٹوا دیں ہیں وہ اس گناہ کے مرتکب ہوں گے کہ خلقِ خدا کو ستائے پھریں یہ تو صریح اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کے خلاف ہے اور معمولی گناہ نہیں بلکہ بہت سخت گناہ ہے کیونکہ حق العبد ہے (۳) جو توبہ کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتا اُن کی نسبت یہ خیال جنہوں نے اللہ کے لئے گردنیں کٹوائی ہیں کس قدر لغو خیال ہے اور ان کو

(۱) عبادت کے لائق (۲) مدد چاہنے کے قابل نہیں (۳) بندے کا حق ہے۔

عالم الغیب سمجھنا یہ دوسری غلطی ہے کیا شہید ہوجانے سے غیب کا علم ہو جاتا ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ شریعت نے ان باتوں کو رد کردیا ہے شہیدوں کا لپٹنا جس کو کہتے ہیں صرف شیطانی اثر ہے وہ کبھی شہید بنتا ہے اور کبھی کوئی مشہور نام لے دیتا ہے کہ میں شیخ سدو ہوں یا فلانا ہوں مسلمان کو بڑا پکا ہونا چاہیئے۔ شیاطین کا کیا ڈر یہ سب شرک کی باتیں ہیں مرد عورت سب اس میں مبتلا ہیں۔

صاحبو! ہمارے حالات کس قدر ابتر ہیں، دین کا کوئی جزو بھی باقی نہیں عقائد کی تو یہ حالت اور اعمال کو دیکھئے کہ جو فعل اول اعمال ہے یعنی نماز علی العموم وہ بھی متروک ہے مسلمانوں کی بستی ہے اور مشکل سے دو چار نمازی نکلتے ہیں ہر کام میں حکم اکثر پر ہوا کرتا ہے مسلمان آدھے سے زیادہ نمازی ہوتے تو کہا جاسکتا تھا کہ مسلمان نماز پڑھتے ہیں لیکن آدھے سے کم بھی نمازی نہیں فیصدی دو چار بھی مشکل سے نمازی نکلتے ہیں تو یہ قاعدہ مذکورہ یعنی ''للا کثر حکم الکل''(۱) یہ کہنا صحیح ہوگا کہ مسلمان بے نمازی ہیں نماز کی تو یہ حالت ہوئی۔

ایک عمل روزہ ہے اس کی حالت یہ ہے کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اس کی طرف سے بعض جگہ اس قدر جہالت ہے کہ بعض عورتوں نے سنا بھی نہیں کہ روزہ بھی مسلمانوں کے یہاں کوئی چیز ہے۔ جب ان روزمرہ کے اعمال کی یہ حالت ہے تو ان اعمال اسلام کی نسبت کیا کہا جائے جن کا کوئی معین وقت نہیں جیسے زکوٰۃ اور حج، اعمال کی حالت یہ ہوئی۔

مسلمانوں میں ہندوانہ معاشرت

اور ایک جزو دین کا معاشرت ہے اس میں تو نہ صرف جہالت ہے بلکہ شرعی معاشرت کے مقابلہ میں ایک دوسری معاشرت کھلم کھلا موجود ہے چونکا دیتے

(۱) اکثریت پر کل کا اطلاق ہوسکتا ہے۔

ہیں(۱)۔ پیتل کے وہ برتن جو ہندوؤں کے ساتھ مخصوص ہیں مسلمان رکھتے ہیں جیسے لوٹیا وغیرہ۔عورتیں لہنگا پہنتی ہیں پیٹ اور دوسرے وہ اعضا جوستر میں داخل ہیں کھلے رہتے ہیں۔ شادی بیاہوں میں ہندوؤں کی رسمیں کرتے ہیں جیسے کنگنا باندھنا (۲) وغیرہ تمام معاشرت بالکل ہندوؤں جیسی ہے دھوتی باندھتے ہیں بعض دھوتی باندھنے والے نماز کے وقت دھوتی کو پیچھے سے کھول لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اب تو کچھ حرج نہیں رہا۔ میں کہتا ہوں اس سے یہ تو معلوم ہوا کہ باندھنے والے خود بھی دھوتی کو بُرا جانتے ہیں جب ہی تو نماز کے وقت اس کو کھولنے کو ضروری سمجھتے ہیں ورنہ کھولنے کی کیا ضرورت ہے پھر صاحبو جب بُرا جانتے ہو تو بجائے دھوتی کے لنگی اور پائجامہ پہنو کھیت کیار کے کام سب ہماری طرف بھی ہوتے ہیں اور ہماری طرف اکثر لوگ لنگی اور پائجامہ ہی پہنتے ہیں دھوتی بہت کم لوگ باندھتے ہیں اس کی جتنی ضرورتیں بتلائی جاتی ہیں وہ سب خیالات ہیں بس صرف رواج اور رسم ہے۔ میں کہتا ہوں بڑے شرم کی بات ہے کہ ہم نے تو کثرت سے ہندوؤں کی رسمیں اختیار کر رکھی ہیں بھلا ہندوؤں میں سے کوئی خاص شخص ہی مسلمانوں کی کوئی عادت اختیار کرلے مگر ساری قوم میں کوئی رسم ہماری نہیں پھیلی اور ہمارے یہاں ان کی رسمیں ساری قوم میں موجود ہیں، حالانکہ مشرکین کی کوئی بات بھی نہیں لینی چاہیئے ہمارے اسلام میں اپنی عادات اور تعلیمات بہت کافی اور سب سے اچھی موجود ہیں پھر کیا ضرورت ہے کہ ہم دوسروں کی معاشرت لیتے پھریں اور معاشرت کوئی دین سے الگ چیز نہیں ہے وہ بھی دین کا ایک جزو ہے۔

---

(۱) حیران کردیتے ہیں (۲) ایک قسم ڈورا جو دولہا کی کلائی پر باندھا جاتا ہے۔

کمال دینداری

کیونکہ دین کے پانچ جزو ہیں۔ عقائد، عبادات، معاملات معاشرت، اخلاق، پانچوں جزو کسی کے اندر پورے ہوں تب اس کو دیندار کہیں گے۔ دیکھئے حسین وہ شخص ہے جس کا چہرہ بھی ٹھیک ہو، آنکھیں بھی ٹھیک ہوں قد بھی ٹھیک ہو۔ اگر ایک بات میں بھی کمی ہو اور ذرا سا بھی عیب ہو تو حسین نہ کہا جائے گا۔ مثلاً سارا جسم ٹھیک ہو لیکن نکٹا ہو تو اس کو حسین نہیں کہا جائے گا اور آج کل مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ پانچوں چیزوں میں سے ایک چیز بھی نہیں اور حسین بننے کو تیار ہیں اور اگر بعض افراد میں اجزائے دین ہیں بھی تو سارے اجزاء نہیں ایک دو کو لے کر باقی کو چھوڑ دیا ہے اور سمجھتے ہیں کہ ہم کامل ہو گئے۔ یاد رکھو کامل وہ ہے جو سب اجزاء کو لے کر سب چیزیں مسلمانوں کی سی ہو کوئی چیز بھی مشابہ کفار نہ ہو حدیث میں آیا ہے کہ میری امت میں تہتر فرقے ہو جائیں گے اور سب دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک کے پوچھا گیا کہ وہ ایک کون سا ہے، ارشاد فرمایا وہ وہ ہے کہ جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہو۔ سو یہ لفظ جو ترجمہ ہے ''ما'' کا عام ہے کیا مطلب کہ وہ اجزائے خمسہ کا متبع ہو قولاً بھی فعلاً بھی (۱) اور اتباع قولی عام ہے خواہ قول جزئی ہو یا قول کلی ہو (۲) جس سے کہ قاعدہ کلیہ ثابت ہو پس اجازت کے موقع پر جائز فعل کا کرنا بھی قول کلی کا اتباع ہے۔

اعتراض کا جواب

میرے اس جملہ سے اعتراض اٹھ گیا جو ممکن ہے کہ کسی کو ہوتا کہ مولوی

---

(۱) کہ وہ دین کے پانچوں اجزاء عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اخلاق کا قائل بھی ہو اور اس پر عمل بھی کرے (۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قولاً اس کی اجازت دی ہو یا کسی قاعدہ کلیہ سے اس کی اجازت معلوم ہوتی ہو۔

لوگ بھی پورے متبع نہیں مثلاً اچکن پہنتے ہیں(۱) حالانکہ حضور ﷺ سے یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے اچکن پہننا ثابت نہیں۔

اصل یہ ہے کہ عادات میں اصل اباحت ہے(۲) جو وضع شریعت میں ممنوع نہ ہو (تشبہ بھی ممانعت کی علت ہے) تو اس میں کچھ حرج نہیں تو یہ بھی اتباع ہی ہوا کہ شریعت نے جس چیز کو منع نہ کیا اس کو اختیار کرلیا جائے یعنی شریعت کی حدود سے قدم باہر نہ رکھا جائے مثلاً شریعت نے لنگی یا پاجامہ کی حد مقرر کردی ہے کہ ٹخنوں سے نیچا نہ ہو تو ٹخنے کھلا پاجامہ خواہ کیسی وضع ہو بشرطیکہ تشبہ بالکفار نہ ہو(۳) شریعت جائز رکھتی ہے تو جواز کی حد میں رہنا بھی قولاً اتباع ہے اگر بالکل حضور ﷺ کے موافق ہو کہ سنن عادیہ میں سے بھی کوئی سنت نہ چھوڑے تو سبحان اللہ مگر ہم میں اتنی ہمت نہیں ایسے لوگ بھی ہوئے ہیں جنہوں نے سرمو اتباع سے قدم باہر نہیں رکھا(۴) ایک بزرگ نے صرف اس وجہ سے خربوزہ نہیں کھایا کہ حضور ﷺ کی کیفیت قطع کسی حدیث میں نہیں ملی(۵)۔

خواجہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا ادب

صحابہ رضی اللہ عنہم نے بے چھنا جو کا آٹا کھایا صرف پھونک مار کر بھوسا اڑادیتے اور گیہوں کا آٹا ہوتا تو اس کی روٹی بے سالن کے کھاتے کیونکہ گیہوں خود سالن ہے۔ خواجہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ خدام سے فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جو کے آٹے کی روٹی بغیر چھانے ہوئے کھایا کرتے تھے اس سنت پر بھی عمل کرنا چاہیئے اب سے اسی طرح روٹی پکائی جائے، کہ جو کا آٹا ہو اور اس کو چھانا نہ جائے، چنانچہ اسی طرح روٹی پکائی گئی اس کے کھانے سے سب کے پیٹ میں درد ہوا آپ نے فرمایا کہ ہم سے بڑی بے

(۱) شیروانی (۲) عادتوں میں اصل اجازت ہے اگر اس کی شریعت نے ممانعت نہ کی ہو تو وہ وضع جائز ہے (۳) بشرطیکہ کفار سے مشابہت نہ ہو (۴) بال برابر بھی حضور ﷺ کی اتباع سے باہر نہ ہوئے (۵) حضور ﷺ نے خربوزہ کیسے کاٹا تھا یہ معلوم نہ ہوسکا۔

ادبی ہوئی کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برابری کا دعویٰ کیا ہم کو نیچے کے درجے میں رہنا چاہیئے اور رفقاء سے کہا توبہ کرو آٹا چھان کر کھایا کرو بے چھنا آٹا کھانا حالاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برابری کا دعویٰ ہے، کس قدر باریک بات ہے یہ بات ذکراللہ اور صحبت سے حاصل ہوتی ہے کہ آدمی حق تعالیٰ کے معاملات کو سمجھنے لگتا ہے۔ شیخ نے وسعت بھی اختیار کی تو کس نیت سے پھر وسعت پر عمل کرنے میں سنت کے ادب کو بھی ملحوظ رکھا ہم جیسے اگر ہوتے تو کہتے اچھا عمل بالسنّت کیا(۱) کہ پیٹ میں درد ہی ہوگیا گویا (نعوذ باللہ) سنت سے وحشت ہوجاتی۔

شریعت کے بارے میں ہمارا طرزِ عمل

ہماری حالت یہ ہے کہ جو بات اپنے آپ کو پسند ہوئی اور اتفاق سے شریعت نے بھی اس کا امر کیا(۲) تو اس پر تو عمل کرلیا اور شریعت کی تعریف کرنے لگے اور جو بات اپنے آپ کو پسند نہ ہوئی یا اس میں اپنا کچھ نقصان ہوا تو اس کے پاس کو بھی نہ جاویں یہ وہ حالت ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ نے اس طرح بیان کیا ہے:
﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ﴾ (۳) یعنی بعض آدمی وہ ہیں جو حق تعالیٰ کی عبادت کا دم بھرتے ہیں مگر کنارے پر رہتے اگر ان کو کچھ نفع پہنچا تب تو مطمئن ہوگئے اور اگر کوئی تکلیف پہنچی تو بس منہ پھیر کر ہٹ جاتے ہیں۔ انہوں نے دنیا بھی کھوئی اور دین بھی، آج کل یہ حالت ہے کہ آکر فرائض (۴) کے مسئلے پوچھتے ہیں۔ جس سے

(۱) اچھا سنت پر عمل کیا (۲) حکم دیا (۳) سورۂ حج: ۱۱ (۴) میراث۔

معلوم ہوتا ہے کہ شرعی حکم کی طلب ہے حالانکہ مقصود صرف یہی ہوتا ہے کہ ہم کو میراث مل جائے اگر ان کو دور کے رشتہ سے پانچ ہزار میراث کے مل گئے تو کہتے ہیں شریعت کیسا اچھا قانون ہے کسی کا حق نہیں مارتا ہر ایک کا پورا پورا حق دلواتا ہے حق تلفی تو اس قانون میں ہے ہی نہیں اور اگر انہیں معلوم ہو گیا کہ ہمیں کچھ نہ ملے گا تو کہتے ہیں بس رہنے دیجئے فرائض نکالنے کی ضرورت نہیں ہم سے تو یہ مال گیا حتی کہ بعض لوگوں نے فرائض نکلوائے جب دیکھا کہ ان کا حصہ نہیں ہے تو کہا بس رہنے دو آگے کیوں تکلیف کرتے ہو اب ضرورت نہیں رہی۔

ایک شخص نے مجھ سے ایک فرائض لکھوائی اس سے ان کا حصہ نہ آیا تو وہ پوچھنے لگے کہ میرا حصہ کیوں نہیں آیا مجھے تو بڑی امید تھی میں نے کہا کہ فلاں وارث موجود ہے اس کے ہوتے آپ کو نہیں مل سکتا تو کہنے لگے کہ پھر اس وارث کو نہ لکھو، سبحان اللہ واقعات میں تراش خراش کرنا اختیاری ہوگئی یہ حالت ہے ہم لوگوں کی کہ بس دنیا کے نفع نقصان کو دیکھتے ہیں اگر دین بھی ساتھ میں آ گیا تو خیر ورنہ کچھ اس کی پرواہ نہیں تو ہم لوگ دین کو بھی دین ہونے کی نیت سے نہیں لیتے اور اہل اللہ اگر دنیا بھی لیتے ہیں تو دین کی نیت سے دیکھئے حضرت خواجہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے وسعت بھی اختیار کی تو کس نیت سے، ہم لوگ اگر وسعت اختیار کرنے میں بھی نیت کر لیں کہ عزیمت پر عمل کرنے میں تکلیف ہے اور ہم کو اس کے تحمل کی ہمت نہیں تب بھی غنیمت ہے مگر ایک تو حد جواز سے باہر نہ جانا چاہیئے۔ دوسرے صرف کسی ایک جزو دین کو منتہی نہ قرار دے لیں بلکہ تمام اجزاء دین میں پورا پورا اتباع کریں۔ کیونکہ ((مَآ اَنَا عَلَیْہِ)) میں ((مَا)) کلمہ عموم ہے جو شامل ہے۔ اجزائے خمسہ کو عقائد میں عبادات میں معاملات میں معاشرت میں اخلاق میں سب میں

دین کے پابند رہیں۔ کھانا پینا سونا اٹھنا بیٹھنا سب اسلام کا سا ہو۔

مسئلہ تشبہ کا اثبات

دیکھو حضور ﷺ نے عشاء کو عتمہ کہنے سے منع فرمایا حالانکہ یہ بھی ایک لغت تھی مگر چونکہ اہل جاہلیت اس کو بولتے تھے اس واسطے پسند نہیں فرمایا تشبہ کے بارے میں بہت لوگوں کی طبیعتوں میں الجھن ہوتی ہے کہ اس میں کیا حرج ہے مگر میں اس کا پتہ آپ ہی کے برتاؤ میں بتاتا ہوں۔ دیکھئے اگر اس وقت زمانہ حرب میں کوئی جرمنی لباس پہنے بلا ضرورت زبان جرمنی بولے محض اترانے اور تفاخر کے لئے تو حکام کو کیسا ناگوار ہو جب تشبہ کوئی چیز نہیں تو یہ ناگواری کیوں ہوتی ہے پھر شریعت پر کیا اعتراض ہے اگر وہ منکرین اور مخالفین کی مشابہت سے منع کرتی ہے۔

غرض حضور ﷺ ان الفاظ کی بھی اجازت نہیں دیتے جن کو کفار استعمال کرتے تھے اس سے وہ الفاظ گو بالکل حرام نہیں ہو جاتے مگر ان کا استعمال بے ادبی تو ہے بلکہ یہ سن لینے کے بعد کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے ممانعت فرمائی ہے پھر حرام اور مکروہ کا سوال کرنا ہی دلیل ہے عدم محبت کی۔ حرام اور مکروہ کی تحقیق یہ ہے کہ جس کو اللہ اور رسول اللہ ﷺ نے منع کیا اس سے رک جانا چاہیئے۔ آج کل لوگوں نے متکبرانہ انگریزی کے الفاظ ایسے زبان پر چڑھائے ہیں کہ کوئی جملہ ان سے خالی نہیں ہوتا پھر علماء سے پوچھتے ہیں کہ کیا انگریزی کا لفظ بولنا حرام ہے علماء ان کو حرام کہیں گے نہیں۔ بس ان کو گنجائش مل جاتی ہے کہ جب حرام نہیں تو پھر ہم پر کیا اعتراض، میں کہتا ہوں کبھی کچہری میں جا کر عربی اور فارسی کے پرانے الفاظ بولے ذرا یہ بھی تو کیجئے یہ بھی تو حرام نہیں اور میں ذمہ لیتا ہوں کہ ان کے بولنے

سے آپ پر کچہری میں کوئی مقدمہ بھی قائم نہ ہوگا اور کسی قسم کا خطرہ بھی نہیں بلکہ آپ کی لیاقت کی دلیل ہوگی کہ آپ کو یہ زبانیں بھی آتی ہیں مگر آپ کبھی ایسا نہ کریں گے وجہ کیا ہے کہ حکام اس کو اگرچہ ناجائز اور کوئی جرم نہیں کہتے مگر پسند بھی نہیں کرتے بلکہ میں ترقی کرکے کہتا ہوں کہ ناپسند بھی نہیں کرتے صرف اتنی بات ہے کہ خود نہیں بولتے بس آپ صرف اس بات سے کہ وہ خود استعمال نہیں کرتے ان الفاظ کو ناپسند کرنے لگے اتباع کے یہ معنی ہیں۔

ادب کا تقاضا

جس شخص کو اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت ہے اسی طرح اس کو بے دین قوم کے الفاظ استعمال نہ کرنے کے لئے یہ وجہ کافی ہے کہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو خود استعمال نہیں کیا نہ عارض کی وجہ سے ان کو پسند کیا۔ حرام اور مکروہ کیا چیز ہے جیسے عربی و فارسی کے الفاظ حکام کے سامنے اس واسطے نہیں بولے جاتے کہ حکام ان کو خود نہیں بولتے ہیں مگر آج کل اس کا عکس ہے کہ جان جان کر کفار کے الفاظ بولتے ہیں۔

کانپور میں ایک مرتبہ دولڑکے مسجد میں نماز پڑھنے آئے ان میں سے ایک دوسرے سے انگریزی میں گفتگو کرنے لگا دوسرے نے کہا کہ بھائی مسجد میں تو انگریزی مت بولو، اس نے کہا کیوں کیا مسجد میں انگریزی بولنا گناہ ہے، پھر انہوں نے ایک ملازم کو مجھ سے دریافت کرنے کے لئے بھیجا میں نے کہا گناہ تو نہیں مگر ادب کے خلاف ضرور ہے لوگ اس کو معمولی بات سمجھتے ہیں گو اس پر فتویٰ کوئی نہ لگایا جاسکے مگر آخر ادب بھی تو کوئی چیز ہے۔ دیکھئے بعض آداب کے ترک پر عدالت میں

ناخوشی ہوتی ہے میرے ایک ملنے والے کا مقدمہ عدالت میں تھا وہ پیشی کے وقت عطر مل کر گئے مقدمہ سے وہ رہا کر دیئے گئے مگر پھر بلا کر سمجھایا گیا کہ دیکھو یورپین کے سامنے عطر مل کر کبھی مت جانا۔ سو عطر مل کر آنا کوئی جرم نہ تھا چنانچہ عدالت نے بھی اس کو جرم قرار نہیں دیا اس کی وجہ سے کوئی مقدمہ ان پر قائم نہیں ہوا لیکن فہمائش کی گئی اس وقت کسی نے یہ نہ کہا کہ عطر مل کر آنا کیا جرم ہے بلکہ یہی کہا ہوگا کہ بہت اچھا حضور قصور ہوا پھر کیا وجہ ہے کہ خدا کا اور خدا کے گھر کا ادب نہ ہو اور وہاں وہ الفاظ استعمال کئے جائیں جو مخالفین و کفار کے الفاظ ہیں ادب ایک بڑی چیز ہے اور ترک ادب کوئی معمولی بات نہیں حرام اور مکروہ کا تلاش کرنا یہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ جب دل میں ادب نہ ہو اور جب دل میں ادب ہوتا ہے تو حکم سنتے ہی آدمی گردن جھکا لیتا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہی شان تھی صحابہ رضی اللہ عنہم نے کبھی حرام اور مکروہ نہیں پوچھا۔ جب بعد میں اس قسم کے سوالات ہونے لگے تب فقہاء نے احکام کے مراتب کو استنباط کر کے قائم کر دیا۔

خلاصہ وعظ

غرض اجزاءِ خمسہ کا بھی یہی برتاؤ رکھئے کہ جس بات کی نسبت معلوم ہو جاوے کہ یہ دین کی بات ہے اس کو اختیار کیجئے اور جس کی نسبت معلوم ہو جائے کہ یہ دین کے خلاف ہے اس سے الگ رہیئے یہ ہے اسلام کامل اس پر کار بند ہو کر دیکھئے کہ پھر کسی بات کی دوسروں سے حاصل کرنے کی کونسی احتیاج رہتی ہے جس کو کسی چیز سے اُنس ہوتا ہے دوسری چیز کی طرف میلان نہیں ہوتا جس کو اسلامی مذاق حاصل ہے وہ دوسروں کے افعال کی طرف مائل نہ ہوگا بلاضرورت کوئی چیز

بھی غیر قوم کی نہ لیجئے اس وقت مجھ کو بالقصد یہ بیان کرنا تھا: ﴿وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ سے یہ مسئلہ بخوبی مستنبط ہو گیا جس چیز میں بھی مشرکین کی مشابہت ہو وہ سب اس میں داخل ہیں، سب صاحب رسومِ شرکیہ چھوڑ دیں چال ڈھال میں کھانے پینے میں لباس میں شادی بیاہ میں کوئی اور رسم کفار کی نہ رکھیں اور نماز پابندی سے پڑھیں اور خود بھی پڑھیں اور اپنے گھر والوں اور اوروں کو بھی پڑھواویں۔

اب دعا کریں کہ حق تعالیٰ توفیق عمل دیں (۱)۔ آمین ثم آمین

وصلی اللّٰہ تعالیٰ وسلم علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا
ومولانا محمد وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین

(۱) اللہ تبارک وتعالیٰ دین کی سمجھ اور اُس پر مکمل طور پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائیں آمین۔

خلیل احمد تھانوی